شہداء فی سبیل اللہ کا مرتبہ

مفتی سیاح الدین آف کاکاخیل

(۲)

یہ بھی روایت میں ہے کہ ان شہدائے اُحد کے عزیز واقارب بعد میں جب کچھ کھاتے پیتے یا آرام وراحت میں ہوتے تو ان کو وہ حضرات شہداء طبعی طور یاد آتے اور آپس میں کہتے کہ دیکھو ہم تو زندہ پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور ہمارے باپ، بیٹے، بھائی قبروں میں پڑے ہیں۔ اُن کو کچھ طبعی کوفت ہوتی۔ پس یہی حزن دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور سمجھایا کہ وہ عام مُردوں جیسے مُردے نہیں ہیں، انہیں عام مُردوں کی طرح مُردہ مت کہو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور لذائذ ونعماء جنت سے متمتع ہو رہے ہیں۔

ابو حاتم نے ابوالعالیہ سے: بَلْ اَحْیَاءٌ کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

قَالَ فِی صُوَرِ طَیْرٍ خُضْرٍ یَطِیْرُوْنَ فِی الْجَنَّۃِ حَیْثُ یَشَاءُوْا۔

وہ سبز رنگ کے پرندوں کی صورتوں میں جنت میں جہاں بھی چاہیں اُڑتے پھرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جنگ موتہ میں جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُس کے دونوں بازو کٹ گئے۔ لیکن اب وہ جنت میں اُڑ رہے ہیں، چنانچہ اس ارشادِ نبوی کی بنا پر اُن کے نام کے ساتھ طیار لکھا اور کہا جاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس برزخی حیات کے آثار میں سے یہ بھی ہے کہ قبر میں شہید کا جسم گلتا سڑتا نہیں۔ زمین کی مٹی اس کو کھاتی نہیں، بلکہ شہید کا بدن تر و تازہ رہتا ہے۔

احادیث کی کتابوں میں مستند روایات کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ یہ قول منقول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اُحد کے قریب ایک کاریز نکالنے کی تجویز فرمائی جو شہدائے اُحد کے مزارات کے قریب سے گزرتی تھی۔ ہم نے چاہا کہ ان شہدا کو اور جگہ منتقل کر دیں۔ جب اُن کو نکالا تو اُن کے اجسام بالکل تر و تازہ تھے اور آنکھیں ایسی تھیں کہ وہ دیکھ رہی تھیں۔ کوئی تغیر نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ جو حضرت جابر کے والد اور شہید اُحد تھے اُن کو اس حال میں دیکھا گیا کہ اُن کا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ اُن کا ہاتھ اس زخم کے مقام سے ہٹایا گیا، تو وہاں سے تازہ خون بہنے لگا۔ اُنھوں نے ہاتھ کو فوراً پھر وہاں رکھ دیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو لحد میں یوں دیکھا جیسا کہ وہ آرام سے سوئے ہوئے ہیں۔ کفن کا کپڑا بھی بالکل اُسی حالت میں تھا۔

یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب غزوۂ اُحد اور اُن کی شہادت کو ۴۶ سال گزر چکے تھے۔ اسی سلسلہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ جب یہ قبریں کھودی جا رہی تھیں تو مٹی سے مشک جیسی خوشبو پھیلتی تھی۔

حدیث میں ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی لاش کے قریب سے گزرے تو کھڑے ہو گئے اور اُن کے لیے دعائیں کیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاهدوا الله عليه۔

پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اُحد کے یہ شہید صحابی قیامت کے دن گواہی دینے والے ہوں گے۔ تم اِن کے پاس آیا کرو، اِن کی زیارت کیا کرو اور اِن کو سلام کیا کرو۔ قیامت کے دن تک جو کوئی بھی آکر ان کو سلام کہے گا یہ اُس کے سلام کا جواب دیا

کریں گے۔"

قرآن مجید میں یہ صاف تصریح موجود ہے کہ فی سبیل اللہ مقتولین زندہ ہیں، مگر اُن کی زندگی کیسی ہے اس کا ادراک ہم نہیں کر سکتے۔

اس حیاتِ برزخی کے کچھ آثار دیکھے بھی گئے ہیں۔ اور اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایسے واقعات مشاہدے میں آتے رہے ہیں۔ اس وقت ان تمام تفصیلات میں پڑنا نہیں چاہتا جو علما مفسرین نے: بَلْ اَحْيَآءٌ کی تفسیر میں شہداء کی حیات کے بارے میں لکھی ہیں۔ قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں جو کچھ صاف صاف الفاظ میں شہدا کی فضیلت و منقبت کا ذکر ہے میں صرف وہی بیان کروں گا۔

اسی آیت کے آگے ارشاد فرمایا: عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قریب ہیں اور یہ ایسی قربت ہے جس کی پوری کیفیت کا ادراک ہم اس عالم میں نہیں کر سکتے۔ کچھ بزرگانِ دین، اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام نے کشف سے اس کیفیت کو قدرے محسوس کر کے بیان فرمایا ہے، چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے "تفسیر مظہری" میں اپنے شیخ و مرشد مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کا اس طرح کا ایک کشف بیان کیا ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ ہم عوام کو اس سے بھی پوری حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہم تو ایسی تمام حقیقتیں قرآن و حدیث کی بنا پر ایمان بالغیب کے طور پر مانتے ہیں۔

نہ رنجِ خار کشیدم نہ روئے گل دیدم
زعندلیب شنیدم کہ نو بہارے ہست

اس لیے میں کہتا ہوں کہ صرف "عِنْدَ رَبِّهِمْ" کی یہ تعبیر ہی اُن کی فضیلت کے لیے کافی ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا: يُرْزَقُوْنَ۔ اُن کو رزق دیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس مادی دُنیا کا کھانا تو نہیں کھاتے۔ یہاں کی کوئی چیز تو نہیں پیتے۔ یہاں کا لباس تو نہیں پہنتے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ رزق اُن کو جنت میں دیا جا رہا ہے اور وہ نعمائے جنت سے ابھی متمتع ہیں۔ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ شہداء کے بارے میں خاص طور سے

یُرْزَقُوْنَ کا ذکر کرنا یہ بتلانے کے لیے ہے کہ وہ عالم برزخ میں بالکل زندہ ہیں اور اُن کے ساتھ وہاں زندوں کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ یہ جملہ بَلْ اَحْیَاءٌ کی تاکید ہے۔

پھر فرمایا: فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔" اللہ تعالیٰ نے اُن مقتولین فی سبیل اللہ پر اپنا اتنا فضل و کرم کیا ہے کہ اپنے فضل سے اُن کو جتنا بھی دیا ہے اس سے وہ بہت خوش ہیں۔

مفسرین نے: مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ کی تعبیر کے سلسلے میں ایک ادبی نکتہ لکھا ہے جس کا اصل لطف علم معانی کے نکات جاننے والے اُٹھا سکتے ہیں: ابھم اللہ سبحانہ ما اتاھم لکونہ بحیث لا یدرکہ فھم ولا یحیط بتفاصیلہ عبارۃ

یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کو کیا کچھ وہاں دے رکھا ہے۔ اس کو مبہم ہی رہنے دیا ہے تفصیل بیان نہیں کی۔ کیونکہ اس تعبیر اور اس ابہام میں یہ بتانا مقصود ہے کہ ان دی ہوئی اشیاء کی کمیت و کیفیت ایسی ہے کہ نہ تو کسی کا فہم اس کا ادراک کر سکتا ہے اور نہ کوئی ایسی عبارت ہو سکتی ہے جو اس کی تفاصیل کا احاطہ کر سکے۔ چنانچہ اس نکتے کو پیش نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن شہداء کو اس قدر نعمتوں سے نوازا ہے اور اُن پہ فضل و کرم کی اتنی بارشیں کی ہیں کہ جن کا بیان کرنا ممکن نہیں اور اس پہ وہ خوش ہیں۔ نیز اس خوشی کے ساتھ اُن کی خوشی اور فرح و مسرت اس پہ بھی ہے کہ اُن کے جو مسلمان بھائی ابھی زندہ ہیں، اللہ کی راہ میں اسی طرح شہید ہو کر اُن کے پاس پہنچیں گے اور یہاں پہنچ کر اُن کو بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس سلسلے میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جو مسلمان ابھی زندہ ہیں اُن کے بارے میں شہداء کو یہ اطمینان بھی حاصل ہے کہ اللہ کے اذن سے وہ اپنے ان بھائیوں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ شہداء فی سبیل اللہ قیامت کے دن شفاعت کریں گے، چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد میں یہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یشفع الشھید

فی سبعین من اھل بیتہ۔ شہید کی شفاعت اپنے خاندان کے ستّر افراد کے بارے میں قبول کی جائے گی۔ یا یہ کہ شہید اپنے خاندان کے ستّر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔

ترمذی شریف میں مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: للشھید عند اللہ ست خصالٍ یغفرلہ فی اوّل دفعۃٍ ویری مقعدہٗ من الجنۃ ویجار من عذاب القبر ویأمن من الفزع الاکبر ویوضع علٰی راسہ تاج الوقار الیاقوتۃ منہ خیرٌ من الدّنیا وما فیھا ویزوج ثنتین وسبعین زوجۃ من الحور العین ویشفّع فی سبعین اقاربہ۔

شہید فی سبیل اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی فضیلتیں حاصل ہوں گی۔

۱۔ مرتے ہی پہلی دفعہ اُس کو بخشا جائے گا۔

۲۔ اُس کو جنت میں اُس کا ٹھکانہ دکھا دیا جائے گا۔

۳۔ عذابِ قبر سے اُس کو محفوظ رکھا جائے گا۔

۴۔ قیامت کے دن گھبراہٹ و پریشانی ہوگی۔ شہید اس سے محفوظ و مامون رہیں گے۔ انہیں کوئی بے چینی اور گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

۵۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا ایسا تاج رکھا جائے گا جس میں جڑے ہوئے یاقوت کا صرف ایک ٹکڑا قدر و قیمت میں تمام دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہوگا۔

۶۔ اُس کو ۷۲ حوریں دی جائیں گی اور اپنے رشتہ داروں میں سے ستّر افراد کے حق میں اُس کی شفاعت عنداللہ قبول ہوگی۔

ابن ماجہ اور بیہقیؒ میں سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے دن انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے۔

اس آیت میں مزید تاکید کے لیے فرمایا: یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ یعنی یہ شہداء عالمِ برزخ

ہیں اللہ کی ان نعمتوں پر اور اس فضل و کرم پر جو وہاں اُن پر ہوا اور ان کے اعمال صالحہ کا جو اُن کو اجر و ثواب ملا اور اللہ نے مزید فضل و کرم سے اُن کو اپنے قرب کا جو مقام بلند عطا فرمایا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں ۔ اور چونکہ وہاں پہنچ کر شہادت فی سبیل اللہ کی برکات کا اندازہ ہوا اور اس کی عظمت و اہمیت اور منقبت و فضیلت کو علم الیقین اور عین الیقین کے سامنے جان چکے اس لیے ان کی یہ بھی خواہش ہوئی کہ اُن کے پیچھے زندہ رہنے والے مومنین کو بھی اس کا یقینی علم حاصل ہو جائے اور وہ بھی اسی راستے پر چل کر جان دیا کریں۔

مرنا تو یقینی ہے، ایک نہ ایک دن ہر انسان اس دُنیا سے کوچ کرتا ہے: کل نفس ذائقۃ الموت ۔ تو پھر یہ کوچ کر کے آنا اس طریقے سے کیوں نہ ہو کہ مرنے والا حیاتِ جاودانی حاصل کرے اور اللہ کے اَن گنت انعامات کا مستحق بن جائے ۔ اس موقع پر مجھے فارسی زبان کا ایک شعر یاد آیا ہے ؎

جان بہ جانان دہ، وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش اے دل، ایں نکو یا آں نکو

شاعر اپنے دل کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ محبوب نے تجھ سے تیری جان مانگی ہے تو اپنی جان اس محبوب کی نذر کر دے، اگر ایسا نہ کرے گا ۔ پھر بھی جان تو ایک دن جان آفرین کے سپرد کرنی ہوگی ۔ موت آ کر ایک نہ ایک دن تجھے زندگی سے محروم کر دے گی ۔ تو اَب اے دل! تو خود سوچ سمجھ کر یہ انصاف کر کہ کیا محبوب کے کہنے پر اس کو دینا بہتر ہے یا یہ کہ موت آ کر تجھ سے بزور چھین کر لے جائے ۔

(باقی)